OPEN ACCESS
Al-Nasr
ISSN (Online): 2958-9398
ISSN (Print): 2959-1015
https://alnasrjournal.com

شاعر و نقاد عطا شاد: ایک تعارفی خاکہ
An Introductory Sketch of Poet and Critic Atta Shad

Dr. Zahid Hussain Dashti
Lecturer, Department of Balochi, University of Balochistan, Quetta
Dr. Shazia Jafar
Assistant Prof, Pakistan Study Center, University of Balochistan, Quetta
Durdana
Assistant Professor, (History) Govt. Girls Degree College, Satellite Town, Quetta

Abstract
Poetic art in Urdu seems to be stunned in Balochistan as the multilingual environment of the province is completely overflowing with the poetic creation of the native languages. Amid such circumstances, Atta Shad proved to be the shining star in Urdu poetry as he introduced new trends in it. His mastery in the field of lexical choice is pretty enough to prove himself as a real morphologist. He lines are the reflection of nature, its beauty and Ata Shad's close association with natural object which can best be observed in Balochistan. A point worth mentioning about Ata Shad's poetic qualities is that his workṢ is a window through which one can peep into Balochistan. The present study presents a true picture of Atta Shad's personality and his poetic works while at a time exploring the effects of poetic power on his personality. The study is

CC BY

likely to pave way for future researchers to explore Ata Shad as a person and a poet in the same shell.

Keywords: Atta Shad, Poetry, Language, Balochistan, Literature, Life, Art, Gazal, Poem, Structure

تمہید

جہاں کام، کارنامے اور تعارف کا وقت آئے تو بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کا کوئی تعارف نہیں ہوتا، بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے تعارف کے لئے الفاظ کم پڑ جاتے ہیں۔ اور بعض لوگ اپنے ہنر سے اپنا تعارف خود ہی کرا لیتے ہیں۔ شاید عطاشاد نے اسی لمحے کے لئے کہا تھا۔

کسی کی چال نے نشّے کا رس کشید کیا
کس کا جسم تراشا گیا شرابوں سے

یوں تو عطاشاد اردو اور بلوچی زبان کے شاعر ہیں۔ ساتھ ساتھ انہوں نے ہر دونوں زبانوں میں ڈرامے بھی تخلیق کئے وہ ان زبانوں کے بولنے والوں کے لئے اجنبی نہیں۔ مگر پھر بھی معتبر حوالے ضروری ہوتے ہیں۔ تو عطاشاسی کے حوالے سے کچھ تحریر کرنے سے پہلے ان کے حوالے بنیادی معلومات حاصل کر لیتے ہیں۔

اصل نام	محمد اسحاق
اسکول میں نام	عطا محمد
قلمی نام	عطاشاد
والد محترم	لعل خان
قوم	بلوچ
ولادت	نومبر 1939ء سنگانی سر، کیچ، مکران، بلوچستان
ابتدائی تعلیم	گورنمنٹ ہائی سکول تربت
میٹرک	گورنمنٹ ہائی سکول پنجگور 1956
ایف اے	گورنمنٹ کالج کوئٹہ۔ 1959-60
بی اے	گورنمنٹ کالج کوئٹہ 1962ء (ملحقہ پنجاب یونیورسٹی)
شاعری کی ابتداء	1955
تصنیفات و شاعری	سنگاب، برفاگ (اردو مجموعے)
تالیفات	اب جب نیند ورق اُلٹے گی (کلیات)
	روچ گر شپ، سحار، اندیم (بلوچی مجموعے)
بلوچی لوک ثقافت	بلوچی نامہ
لغات	اردو بلوچی لغت، ہفت زبانی لغت (حصہ بلوچی)

تراجم: درین (بلوچی عوامی گیت) گچین (جدید بلوچی شعراء)

اعزازات: صدارتی تمغہ برائے حسن کارکردگی 1983ء
ستارہ امتیاز (بدست صدر مملکت) 1992
خصوصی ایوارڈ، وزارت اطلاعات و نشریات
حکومت پاکستان 1984
ریڈیو ایوارڈ

منسوب عطاشاد: عطاشاد آڈیٹوریم ادارہ ثقافت بلوچستان کوئٹہ
عطاشاد روڈ (انسکمب روڈ) کوئٹہ
عطاشاد روڈ (مین بازار) تربت

رکنیت اعزازی: ادارہ ثقافت پاکستان، پاکستان نیشنل بک کونسل
مرکزی اردو بورڈ، مقتدرہ قومی زبان، بلوچی اکیڈمی

ملازمت: پروڈیوسر، ڈرامہ نگار ریڈیو پاکستان 1962ء تا 1969
انفارمیشن آفیسر، محکمہ اطلاعات و نشریات پاکستان، 1969ء تا 1972ء
ڈائریکٹر تعلقات عامہ، حکومت بلوچستان، 9 جون 1972ء تا 29 اپریل 1973
ڈائریکٹر و ایگزیکٹو ڈائریکٹر آرٹس کونسل (ادارہ ثقافت بلوچستان)

1973ء تا 1983

ڈائریکٹر تعلقات عامہ، حکومت بلوچستان 9 جون 1983ء تا 10 دسمبر 1986
سیکرٹری اطلاعات و نشریات، کھیل و ثقافت 1989 تا 1990
ڈائریکٹر جنرل آثار قدیمہ، حکومت بلوچستان 16 اگست 1990ء تا 1993
سیکرٹری اطلاعات و نشریات حکومت بلوچستان 1993
ڈائریکٹر جنرل آثار قدیمہ (آرکائیوز) 1993ء تا 1995
سیکرٹری اطلاعات و نشریات حکومت بلوچستان 1995 ء تا اکتوبر 1996
ڈائریکٹر جنرل آثار قدیمہ بلوچستان 1996ء تا (وفات) 13 فروری 1997

کل مدت سرکاری ملازمت 34 سال 11 ماہ

سفر بیرون ممالک: ایران 1972، سعودی عرب 1977ء امریکہ 1983 آسٹریلیا 1985
سعودی عرب 1987ء حج و عمرہ کی سعادت
جرمنی 1989، تھائی لینڈ 1989ء اٹلی دوبار گئے۔
ایک مرتبہ 1993ء چین دوسری مرتبہ 1994
برطانیہ، ڈنمارک، ترکی، متحدہ عرب امارات، عمان، سنگاپور وغیرہ

اولاد	مہناشاد (بیٹی) رشاشاد (بیٹی) حمل شاد (بیٹا)
وفات	13 فروری 1997ء جمعرات سوا نو بجے شب کوئٹہ
تدفین	14 فروری 1997ء (بروز جمعتہ المبارک) کوئٹہ [1]

ہم سے بہت سے ایسے بھی ہے جو کہ 13 فروری کو اخبارات یا ٹی وی کے مباحثوں میں یہ جان لیتے ہیں کہ آج عطاشاد کی برسی ہے۔ مگر اس کے علاوہ عطا شناسی کے حوالے سے بہت سی کُتب بازار میں دستیاب ہیں جن کو سرکاری اور نیم سرکاری اداروں کی جانب سے شائع کیا گیا ہے۔ اس تعارف کے علاوہ دیگر تفصیلی مباحث کے لئے ان کتب سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ عطاشناسی کے حوالے سے نوجوان اسکالر اور محققین عطاشاد کی زندگی شاعری اور دیگر کام کو سمجھنے اور جاننے کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔ حال ہی میں ریڈیو پاکستان کوئٹہ کے لئے اُن کے تحریر کردہ اردو ڈراموں کو نامور فنکار اور ڈرامہ نویس اور ریڈیو پاکستان کوئٹہ کے سابق کنٹرولر پروگرام حلیم مینگل نے مرتب کر کے ''آواز کے سائے'' جو کہ اُن کے ایک ڈرامے کا عنوان ہے کے نام سے رائٹرز گلڈ بلوچستان کی جانب سے شائع کیا۔ جو کہ موجودہ صورت حال میں انتہائی تازہ کام اور کوشش ہے۔ اس کتاب میں ''درد کے سُر''، ''آواز کے سائے'' ''صدف صدف سمندر'' ''میرا سایہ''، ''خمار ہستی'' ''گداز ایک پتھر'' کے عنوانات کے تحت ریڈیائی ڈرامے کتابی صورت میں بازار میں دستیاب ہیں۔ اس کتاب میں محترمہ فرح جاوید طفیل، (چیئرمین پاکستان رائٹرز گلڈ) عابد رضوی (سابق اسٹیشن ڈائریکٹر ریڈیو پاکستان کوئٹہ) قیوم بیدار (سابق کنٹرولر پاکستان ٹیلی ویژن نیوز اسلام آباد، سابق پروگرام منیجر پی ٹی وی بولان کوئٹہ)، افضل مراد (سابق ریذیڈنٹ ڈائریکٹر اکادمی ادبیات بلوچستان)، اے ڈی بلوچ (ڈرامہ نویس) اور کتاب کے مرتب حلیم مینگل کے تبصرہ بھی شامل کئے گئے ہیں۔ ہم عطاشاد کی شاعری کے ساتھ ساتھ یہاں مختصراً ان ڈراموں کا خاکہ پیش کریں گے۔

''درد کے سُر''

اس ڈرامے میں چار کردار ہیں (جاوید، سیمی، عاصم اور منیجر) ڈرامہ مختلف مراحل سے گزر کر عاصم کے خود کلامی پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔

عاصم (خود کلامی)

یہ بھی تو جھوٹ تھا۔ خوشیوں کا جلترنگ تو چند لمحے بھی ساتھ نہ دے سکا۔ دکھ درد کے نغمے الاپنے والا اکتارہ اب بھی میرا ساتھی ہے۔
سکھ کی چھایا تو آنی جانی ہے۔ خوشیوں کے نغمے چند لمحوں کے لئے تو بجتے ہیں اور بس....! درد کے سُر اٹل ہیں.... درد کے سُر ان مٹ ہیں۔ درد کے سُر جیون بھر کے ساتھی ہیں۔

''آواز کے سائے'' (ڈرامہ برائے جشن تمثیل 1966ء)

کردار.... اظہر آفتاب (ماہر امراض چشم، شوخ اور لااُبالی)
مظہر آفتاب (اظہر کا بڑا بھائی، لہجے میں غمناک متانت)
نجمہ (انجم) ایک ہی شخص کے دو نام (ذہین اور لہجے میں متزلزل)
اس ڈرامے کے اختتامی کلمات یوں ہیں۔

نجمہ (روتے ہوئے) اظہر۔

اظہر (زور سے) بھیا مجھے معاف کر دو۔ مجھے معاف کر دو۔ میں نے.... میں نے۔

مظہر تم نے بہت کچھ کہا۔ یہ سب کچھ ایسا ہی ہونا چاہئے تھا۔ جیسے ہوا۔ ورنہ.... آؤ.... تمہارا آپریشن کامیاب ہوا ہے اظہر۔

"صدف صدف سمندر" (1959) کردار .... جوسی (ایک خوبصورت لیڈی رپورٹر) تاسیس انا (دنیا کے چند دولتمندوں میں سے ایک موتیوں کا کاروبار کرتا ہے۔ معمر) سیکرٹری (تاسیس انا کا) کچھ اور لوگ۔

جوسی کے ذہن میں ذیل کے ڈائیلاگ گونجتے ہیں۔

"کاغذ کے ان پرزوں سے آپ کوئی مزدور تو خرید سکتے ہیں لیکن میرا شوہر نہیں۔ موتیوں کو سمندر سے نکالنے والا میرا شوہر تھا۔ آپ کا شوہر کیوں نہیں تھا۔ میں اسے پال پوس کر ایک مزدور نہیں بناؤں گی۔ جسے آپ جس وقت چاہیں سمندر کے حوالے کر دیں۔

جوسی کی اپنی آواز وہ قاتل ہے.... وہ قاتل ہے.... اور تم نے اس قاتل کے گھر میں پناہ لی ہے۔ وہ پتھر ہے۔ اور تم نے اسے محبت بھرا دل سمجھ رکھا ہے۔ وہ جذبات و احساسات کا کھنڈر ہے۔ اور تم نے اسے خلوص کا خزانہ سمجھ رکھا ہے۔ وہ چاندی کی بنی ہوئی دیوار ہے اور تم نے اسے عظمت کا آئینہ بنا رکھا ہے۔

ڈرامہ "میرا سایہ" کردار.... واحد، شرف، بابا اور دیگر

واحد (خود کلامی) آج شرف کی سالگرہ ہے۔ اور ایک اہم فیصلہ ہونے والا ہے تم جانتے ہو یہ اہم فیصلہ کیا ہے۔ سالگرہ کے موقع پر ایک اور برسی.... برسی.... تمہاری محبت کی۔ ایک حقیقی انسان کی محبت کی.... اک مصنوعی انسان نے تمہاری محبت پر ڈاکہ ڈالا.... تمہارے سچے جذبات تمہارے احساسات تمہاری اپنی سوچ پر شب خون مارا۔ جس نے تمہارا بھائی بن کر، وحید بن کر تمہارے ہی ارمانوں کا گلا گھونٹا.... تمہارے ہی خون نے تم سے زندگی کا حق چھین لیا۔ اور تم اندھے بن کر اسے دیکھتے رہ گئے۔ اس نے تمہارا ہی سایہ بن کر، تمہارا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور تم نے گھٹی ہوئی روشنیوں میں پناہ لی۔ لیکن کب تک، کب تک، اپنے ہی احساس کی چھنگاریوں میں سلگتے رہو گے۔ کب تک۔ اپنے سینے کے بپھرے ہوئے طوفان کو روک سکو گے۔ کب تک اپنے آپ کو مارتے رہو گے۔ اپنے وجود کو فنا کرتے رہو گے۔ تم ایسا نہیں کر سکتے۔ تم وحید کو ختم کر سکتے ہو۔ میں اس بناوٹی وجود کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دوں .... ہمیشہ کے لئے.... میں اسے زندہ نہیں چھوڑونگا.... زندہ نہیں چھوڑونگا۔

ڈرامہ "خمارِ ہستی" کردار.... صفورہ، پروفیسر آدم، نعیم اور کچھ دوسرے

نعیم (دور سے) صفورہ.... صفورہ.... کیا ہوا صفورہ کہاں ہے؟۔

ملازم جی ابھی یہاں کھیل رہی تھی۔ پھر وہ سوئمنگ پول کی سیڑھیوں پر چڑھ گئی۔ میں.... میں سمجھا یوں ہی کھیلے گی۔ چاند کو پانی.... پانی میں دیکھ کر.... چاند .... چاند کہہ کر گئی اور ڈوب۔

نعیم خاموش.... خاموش!....

صفورہ (گلوگیر) صفورہ تم.... تم نے۔

Echo کے ساتھ

پروفیسر کی آواز صفورہ، تم میرا شاہکار ہو۔ میری زندگی کا سرمایہ.... میری تجربات کا تاج محل

نعیم (صفورہ۔ گلوگیر کے ساتھ ۔ صفورہ

ڈرامہ "گداز ایک پتھر"

کردار

رفعت احمد (ایک وکیل، منطق کو جذبات سے پرکھتے ہیں)

تسلیم احسان (گداز پتھر)

صادقہ (فعت کی شہک وکالت، فطرتاً منفرد، ضدی)

ملازم (رفعت احمد کا)

منتظر اختر (ایک اور شخص)

شاذی (تسلیم کی رازدار سہیلی)

اور چند آوازیں

تسلیم مجھے دے میں کھول لیتی ہوں۔
(پیکٹ کھولنے کا تاثر) اوہ.... یہ تو.... یہ تو۔
وہی چیک ہے اور یہ خط.... یہ تحریر

شاذی پڑھو.... پڑھو

تسلیم یہ خط تو.... یہ خط تو۔

مجھے اپنے مقدمہ کا معاوضہ مل چکا ہے۔ اس لئے یہ چیک لوٹا رہا ہوں۔ میں آپ کی سالگرہ میں شریک نہ ہو سکا اس کا مجھے افسوس ہے، غالباً اس تحریر سے یہ تو اندازہ لگا لیا ہو گا۔ آپ نے کہ........ لیکن تم تو سوچتی ہو گی کہ منتظر اختر قتل ہو چکا.... مس تسلیم دکھ تو اس بات کا ہے کہ آپ آج تک یہ نہ پہچان سکیں کہ آپ کا منتظر کون تھا۔

منتظر اختر.... یا آپ کا ہمیشہ کا منتظر.... آپ کو میرے نام تک سے نفرت
تھی.... اس لئے.... اس لئے.... خیر جانے دو.... فقط آپ کا ہمیشہ کا
منتظر........ رفعت

(تسلیم کی سسکیاں)[2]

یوں تو کسی بھی شخص کے زندگی کے پہلوؤں کا مکمل طور پر احاطہ کرنا ناممکن ہے۔ مگر اگر ہم عطاشناسی کے حوالے سے کتابوں کے دستیاب مواد کا مطالعہ کریں تو ہر صفحہ پر ایک نئی صورتحال عطاشاد کے حوالے سے ہمارے سامنے عیاں ہو گا۔ یہاں عطاشاد کے بلوچی شاعری سے ایک نظم "پھلانی خشکیں پن" بمعہ اُن کے ترجمہ شامل کر رہے ہیں۔

پھلانی خشکیں پن پہ چوں بے وسی
تئ سیاہیں ملگورانی شنگیں دامن ءَ
چو کہ منی ارس رچنت
گیریت مناسیاہ تہاریں عاقبت
گوں خشک وہناریں دلانی واہگاں
صحب ءِ سمیں تاں پلوءَ کیت و گوزیت؟
واب اوں کہ آگاہ اوں نہ زانیں مرتگوں کہ زندگوں
دور مں چنال ءِ سارت وپیکیں ساہگ ءَ
چوں نشتگے؟
گوں شیشگیں آپ ءَ
پہ دست ءِ منگلیک
پادانی پادینک ءِ شیلنک
گوازی کنے،
او من
دوراچ چنال ءِ سارت وپیکیں ساہگ ءَ
گوں نیم روچی ئیں الاہو شاں تراچاریں
کہ چو شارااوں تئ
تاپ انت وازانی سرا
سگیت روچ ءَ کنٹگیں برمشاں
پہ پھلیں بانک ءِ پھلیں رضا
بانک بزوراے آسمی پھلاں
کہ دوشی گوشتگ میرامنا

بیو انک بے، چوں وانگ بے
چک جنے و پاد کائے
چوں مناچارئے
سر اوں جہل بیت
او چم اوں کپیت
پہ باد گیرء کنگراں
آپ ءِ تہا
گندیں وتی ماں دا تگیں بشک ءَ
گوں چنڈیں چادر ءَ
دست ء کٹار و کوپک ءِ بر واوں کپیت
دل چو جنیں زہگانی شہد و شکلیں واب پر وشیت
صحب ءِ سمیں تاں پلوءَ کیت و گوزیت

ترجمہ:

پھولوں کی خشک پتیاں
پھولوں کی خشک پتیاں کیسی بے بسی سے
تیری گھنگور زلفوں کے پھیلے دامن پر
میرے آنسوؤں کی مانند کر رہی ہیں
اور مجھے، میری تار و تاریک عاقبت
اپنی ناتمام و نامراد آرزوؤں سمیت دبوچ لیتی ہے
باد صبا کس سمت سے آئی، اور کس سمت جارہی ہے؟
مجھے پتہ نہیں کہ میں سو رہا ہوں کہ جاگ رہا ہوں، زندہ ہوں یا مردہ
دور.... چنار کے گھنے خنک سایہ تلے
کیسی بیٹھی ہو؟
اور شیشوں جیسے شفاف پانی میں
ہاتھوں میں کانچ کی چوڑیاں
اور پیروں میں چاندی کے پازیب کی آواز جگائے
تم کھیل رہی ہو
اور میں
دور.... اس چنار کی گھنی ٹھنڈی چھاؤں سے پرے

دوپہر جیسی گرم پیاس کی طرح تمھیں دیکھتا ہوں
کہ میں تیرے آنچل کی طرح ہوں،
جو داز کی جاڑی پر سوکھنے کے لئے بچھی ہوئی ہو
اور سورج کی کانٹوں جیسی گرمی سہہ رہی ہو
پھول جیسی بانو کی پھول جیسی رضا کی خاطر
بانو! یاسمین کے یہ پھول لیجئے
کہ کل رات میرنے یہ پہنچانے کو کہا تھا
تم کس لاپرواہی اور حیرت سے اٹھتی ہو
مڑ کر مجھے دیکھتی ہو
میرا سر جھک جاتا ہے
اور میں دیکھ لیتا ہوں
محل کے میناروں کو
اسی شفاف پانی میں
اور اپنی پھٹی پیوند زدہ قمیض کو،
جس پر بوسیدہ چادر کا ٹکڑا ہے جو مجھے نظر آتا ہے
تو میرے ہاتھ کی آری اور کندے کا بیلچہ گر جاتا ہے
میرا دل دوشیزہ کے شہد جیسے میٹھے خواب کی طرح ٹوٹ جاتا ہے
بادِ صبا کہاں سے آئی اور کہاں جارہی ہے۔[3]

اس عزم کے ساتھ ہم اس تحریر کو اختتام دیتے ہیں کہ ہم عطاشاد اور اُن کے ہمنوا دیگر شعراء، ادیبوں اور شخصیتوں کے حوالے سے معلومات حاصل کرنے اور اُن کی جدوجہد کے پہلوؤں کو جاننے کو اپنا مقصد بنائیں گے۔

درد کی دھوپ میں صحرا کی طرح ساتھ رہے
شام آئی تو پلٹ کر ہمیں دیوار کیا

خلاصۂ بحث

کسی بھی طالب علم یا ملازمت کے حصول کے لئے ہر امیدوار کو اپنا سی وی ترتیب دینے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ مگر کچھ شخصیات ایسی ہوتی ہیں۔ جن کا کام اور سی وی وہ بذات خود ترتیب نہیں دیتے بلکہ اُن چاہنے والے اور اُن سے رہنمائی حاصل کرنے والے افراد یہ کام سرانجام دیتے ہیں اور یہ چیز اُس وقت اور بھی زیادہ اہمیت اختیار کر جاتی ہے جب کوئی شخصیت بذات خود دنیا میں موجود نہ ہو۔ بعض شخصیات ایسی بھی ہوتی ہیں کہ وہ اپنا کوئی معلوماتی مواد اکٹھا نہیں کرپاتے بلکہ اُن کی جانب سے تحریر کیا ہوا ہر مواد عوام یا مختلف اداروں کی ملکیت قرار دیا جاتا ہے تب ایسی حالت میں عوام اور اداروں کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اُس شخص کے کام اور خدمات کو اکٹھا کر کے اُن کا اعتراف کریں۔ بعض اوقات یہ چیز شعوری یا لاشعوری کا شکار ہو جاتی

ہے۔ دیکھا یہ گیا ہے کہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کو سر کھجانے کی فرصت نہیں ہوتی اُن کی ذمہ داریاں یا اُن کا منصب ایسا ہوتا ہے کہ جہاں وہ دن اور رات کے زیادہ تر اوقات مصروفیات میں گزارتے ہیں۔ ایسی شخصیات کے قریب رہنے والے طالب علم اور اداروں کو چاہئے کہ اگر وہ شخص زندہ ہے تو اُن کی محفل میں یا گفتگو کے دوران بہت سارا مواد کو اکٹھا کرنے کا یہ کام بخوبی انجام دیں۔ اگر وہ شخص ہمارے درمیان نہیں تو اُن کے خاندان اور دستیاب مواد کو اُن کے دور کے حالات اور واقعات کی روشنی میں پرکھ کر ان کو مزید پروان چڑھا سکتے ہیں۔

حوالہ جات

[1] مراد، افضل "جب نیند ورق الٹے گی"، فیصل بکس کوئٹہ، 2017، ص، 11 تا 13
[2] مینگل، حلیم، "آواز کے سائے"، پاکستان رائٹرز گلڈ بلوچستان، 2021ء ص، (مختلف صفحات)
[3] بلوچ، حکیم، شبیہ شاد، قلات پبلشر (اشاعت دوئم) 2003، ص، 69 تا 72